تجوید سے متعلق احکام ومسائل

علم تجوید کا سیکھنا کیا ہے:

سوال: علم تجوید فرض عین ہے، یا کفایہ اور کہاں تک مستحب ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

علم تجوید جس سے کہ تصحیح حروف کی ہو جاوے کہ جس سے معانی قرآن شریف کے نہ بگڑیں، یہ فرض عین ہے،(۱) مگر عاجز معذور ہے اور اس سے زیادہ علم قرأت وتجوید فرض کفایہ ہے۔ فقط واللہ اعلم (تالیفات رشیدیہ:۲۶۹)

تحقیق وجوب علم تجوید وقرأت:

سوال: مدرسۂ قرأت کی خدمت کیا کیا فضیلتیں رکھتی ہیں اور یہ علم آیا واجب ہے یا مستحب؟

الجواب ــــــــــــــــــ

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾(۲)

اس سے ہر امر خیر کی اعانت کا امر اور فضل ثابت ہے، البتہ احیاناً خیر میں شر منضم ہو جاتا ہے، اس کی اصلاح واجب ہے اور اس علم کے تین شعبے ہیں، تصحیح حروف بقدر امکان ورعایت وقوف بایں معنی کہ جہاں وقف کرنے سے معنی میں فساد واختلال ہو، وہاں وقف نہ کرے اور اضطرار میں عفو ہے، لیکن ایک دو کلمہ کا اعادہ کر لینا احوط ہے، یہ دونوں امر تو واجب ہیں علی العین اور جس کو سعی کرنے پر بھی حصول سے یاس ہو جاوے، وہ معذور ہے اور ایک شعبہ اختلاف قرأت ہے، یہ مجموع امت پر واجب علی الکفایہ ہے، اگر بعضے جاننے والے موجود ہوں، یا بعض ایک قراءت کے حافظ ہوں،

(۱) ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا﴾(سورة المزمل:٤)

قال الزجاج:هو أن يبين جميع الحروف ويوفى حقها من الإشباع وأصل الترتيل التنضيد والتنسيق وحسن النظام وتأكيد الفعل بالمصدر يدل على المبالغة على وجه لايلتبس فيه بعض الحروف ببعض،ولا ينقص من النطق بالحرف من مخرجه المعلوم من استيفاء حركته المعتبرة،الخ.(فتح القدير للشوكانى،تفسير سورة المزمل:٣٧٩/٥، دار الكلم الطيب دمشق بيروت،انيس)

(۲) سورة المائدة:٢،أنيس

بعض دوسری قراءت کے، تو یہ واجب سب کے ذمہ سے ادا ہوجاتا ہے۔ ایک شعبہ ادغام وتفخیم واظہار واخفاء وغیرہا کی رعایت ہے، یہ مستحب ہے۔ یظهر هذا كله من المراجعة إلى كتب الفقه والقراءة.(۱) فقط والله أعلم

۱۲/ذی قعدہ ۱۳۲۵ھ (امداد ۱/۱۴۰) (امدادالفتاویٰ جدید: ۱/۳۰۵)

تجوید قرآن کی مقدار فرض:

سوال: ایک صاحب فرماتے ہیں کہ تجوید قرآن فرض ہے، بدون تجوید پڑھنا حرام ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب ــــــــــ باسم ملهم الصّواب

حروف متشابہہ ظاء، ضاد، ذال، زاء، اور سین، صاد، ثاء، اور تاء وطاء میں فرق سیکھنا فرض ہے، تجوید کے دوسرے قواعد مثلاً اخفاء، اظہار، تفخیم وترقیق وغیرہ کا سیکھنا مندوب ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۹/ذیقعدہ ۱۳۹۸ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۳/۸۶)

(۱-۲) عن تميم الداري أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: الدين النصيحة، قلنا: لمن؟ قال: لله ولكتابه ولرسوله ولأئمة المسلمين وعامتهم. (الصحيح لمسلم، باب بيان أن الدين النصيحة (ح: ٥٥)

والنصيحة لكتابه معناها الإيمان بأنه كلامه تعالى وتنزيله لا يشبهه شيء من كلام الخلق ولا يقدر على مثله أحد ثم تعظيمه وتلاوته حق تلاوته وتحسينها بالخشوع عندها وإقامة حروفه في التلاوة والذب عنه لتأويل المحرفين وطعن الطاعنين والتصديق بما فيه والوقوف مع أحكامه وتفهم علومه والاعتبار بمواعظه والتفكر في عجائبه والعمل بمحكمه والتسليم لمتشابهه والبحث عن عمومه وخصوصه وناسخه ومنسوخه ونشر علومه والدعاء إليه وإلى ما ذكرنا من نصيحته. (شرح مسلم للسيوطي، باب بينا أن الدين النصيحة: ١/٧٦، دار ابن عفان للنشر والتوزيع المملكة العربية السعودية الخبر)

واعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين وهو بقدر مايحتاج لدينه. فرض كفاية وهو ما زاد عليه لنفع غيره. ومندوباً وهو التبحر في الفقه وعلم القلب. (الدر المختار، مقدمة: ١/٤٢-٤٣، دار الفكر بيروت)

والأخذ بالتجويد حتم لازم . . . من لم يصحح القرآن آثم. (شرح طيبة النشر لابن الجزري، مبحث التجويد: ١/٣٥، دار الكتب العلمية بيروت)

... ذهب المتقدمون من علماء القراءات والتجويد إلى أن الأخذ بجميع أصول التجويد واجب يأثم تاركه سواء أكان متعلقاً بحفظ الحروف ممايغير مبناها أو يفسد معناها، أم تعلق بغير ذلك مما أورده العلماء في كتب التجويد كالإدغام ونحوه قال محمد بن الجزري في النشر نقلاً عن الإمام نصر الشيرازي: حسن الأداء فرض في القراءة ويجب على القاري أن يتلو القرآن حق تلاوته. وذهب المتأخرون إلى التفصيل بين ماهو واجب شرعي من مسائل التجويد وهو مايؤدي تركه إلى تغيير المبنى أو فساد المعنى وبين ماهو واجب صناعي أي أوجبه أهل ذلك العلم لتمام إتقان القرآن وهو ماذكره العلماء في كتب التجويد من مسائل ليست كذلك كالإدغام والإخفاء، الخ، ==

کیا حروف کو ان کے مخارج سے ادا کرنا سب پر لازم ہے:

سوال: کیا عجمیوں کے لئے کچھ اس قسم کی مراعات ہیں کہ ان میں عین علیم اور الیم وغیرہ میں فرق کئے بغیر پڑھ سکیں؟

الجواب

عجمیوں پر بھی قرآن کریم کا تلفظ صحیح کرنا لازم ہے، ہر لفظ کو صحیح مخرج سے تمام صفات سے نکالنا اور سیکھنا فرض ہے باوجود کوشش ہر وقت جاری رہنے کے اگر غلطی ہو جاوے تو معذور ہے، لیکن آخر عمر تک سیکھتا رہے کوشش ترک کرنے پر گناہ ہوگا۔(۱)

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان۔(فتاویٰ مفتی محمود:۱/۹۱۹-۹۲۰)

تجوید کی عدم رعایت سے نماز فاسد نہیں ہوتی:

سوال: امام باوجود تجوید جاننے کے قرأت تجوید سے نہ پڑھے۔ مثلاً آیت کی جگہ نہ ٹھہرا، یا بغیر آیت کے سانس لے لیا، یا وقفہ سکتے پر سانس لیتے ہوئے ٹھہرا، یا وقف اور وقف لازم اور وقف النبی کا خیال نہیں رکھا، یا مدّ کی جگہ قصر کیا، یا نون اظہار کی جگہ اخفا کیا تو نماز جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب

نماز ہوگئی۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۲/۲۳۱)

== فهذا النوع لا يأثم تاركه عندهم. قال الشيخ على القارى بعد بيانه: أن مخارج الحروف وصفاتها ومتعلقاتها معتبرة فى لغة العرب فينبغى أن تراعى جميع قواعدهم وجوباً فيما يتغير به المبنى ويفسد المعنى واستحباباً فيما يحسن به اللفظ ويستحسن به النطق حال الأداء، الخ.(الموسوعة الفقهية الكويتية: ۱۰/۱۷۹، دار السلاسل الكويت، انيس)

(۱) كما فى ردالمحتار: فمادام فى التصحيح والتعلم ولم يقدر عليه فصلاته جائزة وإن ترك جهده فصلاته فاسدة كما فى المحيط وغيره.(كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فى الألثغ: ۲/۳۹٦، طبع مكتبة رشيدية كوئٹة بلوچستان)

(۲) کیوں کہ تجوید کی مکمل رعایت کے ساتھ نماز پڑھنا جبکہ مبنی اور معنی کی تغییر لازم نہیں آتا ہے؛ مستحب ہے۔

فالتجويد حلية التلاوة و زينة القرآن وهو إعطاء الحروف حقوقها وترتيبها فى مراتبها ورد الحرف إلى مخرجه وتصحيح لفظه وتلطيف النطق به على كل حال من غير إسراف ولا تعسف ولا إفراط ولا تكلف وإلى ذلك أشار النبى صلى الله عليه وسل بقوله: من أحب أن يقرأ القرآن كما أنزل فليقرأ قرء اة ابن أم عبد.(شرح طيبة النشر للنويرى: ۱/۲۵۱، دار الكتب العلمية بيروت)

فالوقف حلية التلاوة و تحلية الدراية و زينة القارى وبلاغة القارى و فهم المستمع و فخر العالم.(الهادى شرح طيبة النشر، أقسام الوقف: ۱/۱۱۳، دار الجيل بيروت، انيس)

قرأت میں صحت ادا کی کوشش نہ کرے، تو نماز ہوگی یا نہ؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس بارے میں کہ ایک شخص نماز میں قرآن مجید غلط پڑھتا ہے، اعراب میں بہت زیادہ غلطیاں کرتا ہے، سمجھانے کے باوجود اصلاح نہیں کرتا، بلکہ کہتا ہے کہ اس قسم کی معمولی غلطیاں مفسد صلوٰۃ نہیں، اس شخص کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب ــــــــــــ ومنه الصدق والصواب

اعراب کی غلطی اگرچہ عند المتاخرین مفسدِ صلوٰۃ نہیں، مگر بے احتیاطی اور بے پرواہی سے قرآن مجید غلط پڑھنا سخت گناہ ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلاً﴾(۱)

وقال العلاّمة الجزری: والأخذ بالتجوید حتم لازم، من لم یجود القراٰن اثم.(۲)

جو شخص قرآن کی حرکات اور حروف کے امتیاز کو ضروری نہیں سمجھتا، اس کے خیال میں قرآن کا اعراب اور متشابہ الصوت الفاظ کا تعدد فضول اور باطل ہے۔

وقال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿لاَ يَأْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلاَ مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ﴾(۳)

الثغ اگر صحت ادا کی کوشش نہ کرے، تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوتی۔

قال فی شرح التنویر: وحرّر الحلبی وابن الشحنة أنّه بعد بذل جهده دائمًا حتمًا کالأمی، فلا یؤم إلامثله، ولا تصحّ صلاته إذا أمکنه الاقتداء بمن یحسنه أوترک جهده، الخ. (الدر المختار)

وفی الشامیة (قوله دائمًا) أی فی اٰناء اللّیل وأطراف النهار، فمادام فی التصحیح والتعلّم ولم یقدر علیه فصلاته جائزة وإن ترک جهده فصلاته فاسدة کما فی المحیط وغیره، الخ. (رد المحتار: ۱/۵٤٤)(۴)

جب ترک جہد کی صورت میں الثغ کی نماز فاسد ہے، حالانکہ یہ معذور بھی ہے تو غیر معذور اگر صحت اداء کی کوشش نہیں کرتا، بلکہ بے پرواہی کرتا ہے تو اس کی نماز بطریق اولیٰ صحیح نہ ہوگی، غرضیکہ اگر کبھی اتفاقاً کوئی غلطی اعراب میں ہوجائے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر بے احتیاطی و بے پرواہی کی وجہ سے قرآن مجید غلط پڑھتا ہے، صحت اداء کی کوشش ہی نہیں کرتا تو نماز صحیح نہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۷؍جمادی الاولیٰ ۱۳۷۳ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۳؍۶۹-۷۰)

---

(۱) سورة المزمل: ٤، انیس

(۲) المقدمة لابن الجزری، باب التجوید، ص: ٤، دارنور المکتبات، انیس

(۳) سورة فصلت: ٤٢، انیس

(۴) کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی الألثغ، انیس

قرأت میں ترتیل کی رعایت ضروری ہے یا نہیں:

السوال: إنا نشاهد كثيرًا من الحفاظ أنهم يقرؤون القرآن المجيد بالتعجيل في صلاة و غيرها كوقت الحفظ بحيث لايفهم ما يتلفظون به من الإعراب و الألفاظ وغيرها،والحال أن القرآن ناطق على ترتيله﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا﴾فهل يجوزلهم القراء ة على سبيل التعجيل أم لا؟(۱)

الجواب

قال في الدرالمختار :ويجتنب المنكرات هذرمة القراء ة.

وفي الشامي: (قوله هذرمة) سرعة الكلام و القراء ة،قاموس.(۲)

فعلم أن القراء ة بالكيفية المذكورة من ترك الترتيل المأموربه و الاستعجال المفضي إلى الهذرمة من المنكرات التي ينبغي الاجتناب عنها.فقط(۳)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۲۳۴)

قرآن شریف کس لہجہ میں پڑھیں:

سوال: مصری لہجہ میں قرآن شریف پڑھنا کیسا ہے؟اور اگر امام مصری لہجہ میں نماز ادا کرے تو نماز میں کوئی نقصان تو نہ ہوگا؟ فقط

الجواب

لہجہ قرآن شریف کوئی نوع نہیں،کسی لہجہ میں پڑھو،مگر ادائے حروف میں کمی بیشی نہ ہو۔(۴)فقط(تالیفات رشیدیہ:۲۶۹)

(۱) خلاصۂ سوال: ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ حفاظ قرآن مجید نماز وغیرہ میں جلدی جلدی پڑھتے ہیں،اس طرح سے کہ زبر زیر اور دوسرے الفاظ سمجھ میں نہیں آتے،جبکہ قرآن ترتیل سے پڑھنے کا حکم دیتا ہے،جیسا کہ قرآن میں ہے﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا﴾.تو کیا ان کے لئے جلدی جلدی پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟انیس

(۲) ردالمحتار،باب الوتروالنوافل،مبحث صلاة التراويح: ۶۶۳/۱،ظفير

(۳) خلاصۂ جواب: درمختار اور شامی میں تراویح کی بحث میں ہے کہ جلدی جلدی پڑھنے سے اجتناب کرے،اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ کیفیت یعنی ترتیل سے نہ پڑھنا اور جلدی جلدی پڑھنا ایسے منکرات ہیں جن سے اجتناب ضروری ہے۔انیس

(۴) إن أشهر القرء ات التي يقرأبها اليوم في بلاد الإسلام هي:قرء اة نافع برواية قالون،في بعض القطر التونسي وبعض القطر المصري وفي ليبيا وبرواية ورش في بعض القطر التونسي وبعض القطر المصري وفي جميع القطر الجزائري وجميع المغرب الأقصى وما يتبعه من البلاد والسودان وقرء اة عاصم برواية حفص عنه في جميع المشرق وغالب البلاد المصرية والهند وباكستان وتركيا والأفغان وقراء اة أبي عمروالبصري يقرأ بها في السودان وخاصه رواية الدوري عنه.(القرء ات روايتا ورش وحفص دراسة تحليلية مقارنةلحليمة سال،قبيل أشهر المؤلفات في علم القرء ات: ۶۸/۱،دارالواضح الإمارات،انيس)

پیش وزبر کو تلاوت میں پُر پڑھنا کیسا ہے:

(۱)　پیش وزبر کو تلاوت میں پُر پڑھنا۔

(۲)　''**الحمد**'' اور ''**باس**'' کے الف کو ہمزہ کہنا صحیح ہے یا غلط؟

الجواب ــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

(۱-۲) صحیح ہے، اس کے موافق تلاوت کرنا بہتر ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی۔ ۹/۶/۱۳۵۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱۲۱/۲)

قرأت قرآن میں ایک حرف کو دوسرے سے بدل کر پڑھنے کی مفصل بحث:

سوال:　لحن کس کو کہتے ہیں اور اس کی کتنی قسمیں ہیں، ضاد مثل ظا کے پڑھا جاوے گا، یا دال مفخم، ضاد، ظا، ز، ط، ت، س، صاد، دال ان حرفوں کا کیا مخرج ہے؟ اگر کوئی شخص اندر نماز کے ''**سبحان ربی العظیم**'' کی ظا کی جگہ 'ز' پڑھے، یا ''**سبحان ربی الأعلیٰ**'' کی جگہ ''**سبحان ربی الآلیٰ**'' پڑھے، یا سورۂ فاتحہ میں ''**وإیّا**'' کی جگہ ''**وِیّا**'' پڑھے، یا اسی سورت میں ''**المغضوب**'' کی ضاد کی جگہ ظاء یا دال مفخم پڑھے، یا ''**الصف**'' کی صاد کی جگہ سین یا ''**فائزون**'' کی ز کی جگہ ذال پڑھے، یا ''**نصر اللّٰہ**'' کی صاد کی جگہ سین پڑھے، یا ''**حطب**'' کی ط کی جگہ ت پڑھے، یا ''**یکذب**'' کی ذال کی جگہ ز پڑھے، تو ایسے شخص کی کسی صورت میں نماز ہوجاتی ہے یا نہیں اور ایسی صورت میں اکیلے شخص کی بھی نماز ہوجاتی ہے، یا نہیں؟ ''**لا إلیٰ اللّٰہ تحشرون**'' سورۃ آل عمران میں ''**ولا أوضعو**'' سورہ توبہ میں اور ''**لا أذبحنہ**'' سورہ نمل میں ''**لا إلیٰ الجحیم**'' سورۃ والصّٰفّٰت میں ''**لا أنتم**'' سورۃ حشر میں اگر کوئی شخص اندر نماز کے ''**لا**'' کو ساتھ ''**الف**'' کے ملا دے، تو نماز ہوجائے گی یا نہیں؟ اگر کوئی شخص درمیان سورہ سے پڑھنا شروع کرے اور اعوذ کو اللہ کی کسی صفتی نام سے وصل کردے تو اس حالت میں پڑھنے والا گنہگار رہوا یا نہیں؟ محمود کی نماز غیر محمود کے پیچھے ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

اس سوال کے جوابات باہر کے لکھے ہوئے تصدیق کے لئے آئے ہیں، وھو ھٰذا:

وہ لحن جس میں **تغنی** ہو وہ مفسد صلوٰۃ ہے؛ یعنی حرف کی تغیر ہوجائے، جس سے معنی دوسرے ہوجائیں تو یہ مفسد ہے اور جو لحن ایسا ہو کہ حروف تو متغیر نہ ہوں؛ لیکن اعراب میں خطا واقع ہوجائے، جیسا کہ طحطاوی میں ہے: **الخطاء**

(۱)　دیکھئے: فوائد مکیۃ، ص: ۲۰۔

في الإعراب ويقال له: لحن. (۱) یہ لحن مکروہ ہے، اگر معنی بگڑ جائیں تو نماز فاسد ہوجائے گی، اگر بمعنی تحسین صوت ہو تو یہ لحن نماز وغیر نماز دونوں میں مستحب ہے۔(۲)

(۲) زبان کی داہنی یا بائیں کروٹ، جب بالائی داڑھوں سے متصل ہو، وہ مخرج ضاد ہے، ظ معجمہ کا مخرج ثنایا علیا اس طرح کہ جب زبان کی طرف اور ثنایا علیا کے کنارہ سے متصل ہوجائے، ز معجمہ اور س مہملہ اور ص مہملہ یہ تینوں زبان کے کنارہ اور ثنایا سفلی کی جڑ کے مابین سے نکلتے ہیں، یہی ان کا مخرج ہے۔ ت فوقانیہ اور ط مہملہ اور د مہملہ یہ تینوں زبان کے کنارے اور ثنایا علیا کے جڑ کے مابین سے نکلتے ہیں، یہی ان کا مخرج ہے۔

(۳) ض معجمہ اور ظ معجمہ اور د مہملہ کے مخارج تو جواب دوم میں گذر چکے کہ ان میں سے ہر ایک کا مخرج جداگانہ ہے، لہٰذا پہلا فرق تو ان میں من حیث المخارج ہوا، پھر ض معجمہ مجہورہ رخوہ۔ مستعلیۃ۔ مطبقۃ۔ مصمتۃ۔ مستطیلۃ اور ظ معجمہ مجہورہ۔ رخوہ۔ مستعلیہ۔ مطبقۃ۔ مصمتۃ اور د مہملہ مجہورہ شدیدہ مستفلہ۔ منفتحہ مصمہ مقلقلہ ہے، لہٰذا ض معجمہ کو ظ معجمہ سے صرف ایک صفت استطالت کا فرق ہے کہ ض معجمہ مستطیلۃ ہے اور ظ معجمہ مستطیلہ نہیں اور ض معجمہ کو د مہملہ سے چند صفات کا فرق ہے کہ ض معجمہ رخوہ ہے اور د مہملہ اس کی ضد شدیدہ اور ض معجمہ مستعلیہ ہے اور د مہملہ اس کی ضد مستفلہ اور ض معجمہ مطبقہ ہے اور د مہملہ، اس کی ضد منفتحہ اور ض معجمہ مستعلیہ ہے اور د مہملہ اس کی ضد قصیرہ اور د مہملہ مقلقلہ ہے اور ض معجمہ غیر مقلقلہ، بالجملہ یہ تینوں حروف متباینہ ومتغائرہ من حیث المخارج والصفات ہوئے، اب تلاوت قرآن مجید میں ایک کو دوسرے سے قصداً بدلنا حرام ہے اور گناہ عظیم وتحریف قرآن کریم ہے، اب باقی رہی مشتبہ الصوت کی بحث، لہٰذا اشتباہ صوت کے اسباب یا تو ایک کا دوسرے حرف کے ساتھ مخرج میں اتحاد یا قرب ہوگا، یا مشارکت فی الصفات یا قصور زبان۔ قسم اول؛ یعنی اتحاد مخرج یا قرب کی وجہ سے مشتبہ ہونا، لہٰذا اس اشتباہ کو زائل کرنے والی چند چیزیں ہیں، ہر حرف کا تغایر وتباین وضعی؛ بلکہ ہر ایک کی صوت طبعی امتیاز مشتبہات کے لئے بہت کافی ہے، مع ہذا صفات یا خاصہ کا فرق؛ بلکہ ہر ایک کی ادائیگی کی مخصوص کیفیات مشتبہ الاصوات میں ایسا بین فرق پیدا کردیں گی کہ ہر سامع عام ازیں کہ وہ فن تجوید

---

(۱) حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب الأذان: ۱۹۹، دار الكتب العلمية بيروت. انيس

(۲) إذا لحن في الإعراب لحناً فهو على وجهين: إما أن تغير المعنى بأن قرأ ﴿لَا تَرْفَعُوا اَصْوَتَكُمْ﴾ (الحجرات: ۲) ... وفي هذا الوجه لا تفسد صلاته بالإجماع، وأما إن غير المعنى بأن قرأ ﴿هو الخالق البارئ المصور﴾ (الحشر: ۲٤) بنصب الواو ورفع الميم ... وفي هذا الوجه اختلف المشايخ، قال بعضهم: لا تفسد صلاته وهكذا روى عن أصحابنا وهو الأشبه لأن في اعتبار الصواب في الإعراب إيقاع الناس بالحرج والحرج مرفوع شرعاً وروى عن هشام عن أبي يوسف إذا لحن القارئ في الإعراب وهو إمام قوم وفتح عليه رجل إن صلاته جائزة وهذه المسئلة دليل على أن أبا يوسف كان لايقول بفساد الصلاة بسبب اللحن في الإعراب في المواضع كلها، الخ. (المحيط البرهاني، الفصل العاشر في اللحن في الإعراب: ۱/۳۳۱-۳۳۲، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

سے مس رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو، مگر تغائر مشبہات کو بآسانی معلوم کر لیتا ہے اور متقارب المخارج حروف میں ان تمام امور کے باوجود خود تغایر بین المخارج ایک بڑی امتیاز پیدا کرنے والی چیز ہے۔ الحاصل اس قسم کے مشتبہ الصوت حروف کا فرق سیکھنا نہایت ضروری ہے کہ اکثر اس کا امتیاز نہ ہونے کی وجہ سے حکم بدل کر معنی متغیر ہو جاتے ہیں۔ قسم دوم؛ یعنی حروف کا مشارکت فی الصفات کی وجہ سے مشتبہ الصوت ہونا، لہٰذا اس اشتباہ کو زائل کرنے والی بھی چند چیزیں ہیں۔

(۱) ہر حرف کا تغائر وتبائن وضعی۔

(۲) ہر ایک کی صوت طبعی۔

(۳) ہر ایک حرف کے ادا کی مخصوص رعایات۔

(۴) بعض میں ان کی خاص صفات کہ ان میں سے ہر ایک ایسے مشتبہ الاصوات حروف میں بین فرق پیدا کرنے کے لئے کافی ہے، پھر سب کا اجتماع تو کمال درجہ کا امتیاز پیدا کر دے گا اور اگر ان متشارک فی الصفات حروف میں تغایر بین المخارج بھی ہے تو ایک خود زبردست فرق کرنے والی چیز ہے، لہٰذا اس قسم دوم کے مشتبہ الاصوات حروف کا فرق سیکھنا بھی حتمی اور لازمی ہے کہ اس فرق کے نہ ہونے کی وجہ سے بھی کلمہ متغیر ہو کر معنی اکثر بگڑ جاتے ہیں، مگر اس وقت چند متجو داور نئے مدعیان علم تجوید نے مشارکت فی بعض الصفات کا نام اتحاد ذات سمجھ رکھا ہے کہ ض معجمہ کو بالقصد ظ معجمہ پڑھنا شروع کر دیا ہے اور جب کوئی شخص اعتراض کر دیتا ہے، تو نہایت جراءت ودلیری سے کہہ دیتے ہیں کہ ض معجمہ کو چونکہ ظ معجمہ سے اکثر صفات میں مشارکت ہے؛ اس لئے اس کو ظ معجمہ کی آواز میں ادا کیا جاتا ہے، لہٰذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس جیسے مغالطوں کی حقیقت سے آگاہ کروں، چنانچہ اگر بقول ان کے مشارکت فی بعض الصفات ایک حرف کی آواز کو دوسری آواز میں فنا کر دیتی ہے تو ملاحظہ ہو کہ ح مہملہ اور ش معجمہ میں پانچ صفات میں مشارکت ہے، صرف ش معجمہ میں ایک صفت تفشی زائد ہے۔ د مہملہ اور ب موحدہ میں پانچ صفات میں مشارکت ہے، صرف ایک ایک صفت میں فرق ہے کہ د مہملہ مصمتہ ہے اور ب موحدہ مذلقہ ہے، یہ دو مثالیں تو وہ تھیں کہ جن میں ایک ایک صفت کا فرق تھا۔ اب دو مثالیں لیجئے! جن میں ایک صفت کا بھی فرق نہیں ہے، چنانچہ ہ اور ث مثلثہ کہ ان دونوں میں ایک صفت کا بھی فرق نہیں ہے کہ یہ دونوں مہموسہ، رخوہ۔ مستفلہ، منفتحہ، مصمتہ ہونے میں برابر ہیں، اسی طرح ک وف فوقانیہ کو یہ دونوں بھی پانچوں صفت مہموسہ شدیدہ۔ مستفلہ۔ منفتحہ۔ مصمتہ میں برابر ہیں، لہٰذا اب نئے قاریوں کو چاہئے کہ پہلی دونوں مثالوں میں، چونکہ اکثر صفات میں صرف ایک ایک صفت کا فرق ہے، جیسے ض معجمہ اور ظ معجمہ میں ایک صفت کا فرق ہے تو جب باوجود ایک صفت کا فرق ہوتے ہوئے ض معجمہ ہم آواز ظ معجمہ کا ہی نہیں ہو گیا؛ بلکہ ذات معجمہ بن گیا، لہٰذا اس قاعدہ کی بنا پر ش معجمہ ہم آواز ح مہملہ کا اور د مہملہ ہم آواز۔ ب موحدہ کا ہی نہیں ہو جائے؛ بلکہ ش

معجمہ ذات ح مہملہ اور د مہملہ ذات ب موحدہ بن جائے، اب باقی رہیں آخر کی دومثالیں مشارکت فی بعض الصفات ہی نہیں؛ بلکہ مشارکت فی کل الصفات ہے اور ض معجمہ اور ظ معجمہ میں تو ایک صفت کا فرق بھی تھا اور یہاں تو فرق کا نام ہی نہیں، لہٰذا ایک دوسرے کی ہم آواز ہونے کا کیا ذکر؛ بلکہ ہ کوث مثلثہ اور ک کوت فوقانیہ پڑھنا چاہئے، باوجود یہ کہ ہر ناخواندہ بھی ح مہملہ اورش معجمہ اور دمہلمہ اور ب موحدہ میں اور ہ اور ث مثلثہ میں اور ک اور ت فوقانیہ میں بین فرق سمجھتا ہے، بالجملہ مشتبہ الصوت ہونے کا مدار یہ مجودین کیا اب بھی مشارکت فی الصفات ہی قرار دیں گے اور سنئے کہ ط مہملہ اور ت فوقانیہ میں اس کی اضداد صفات ہیں۔یعنی مہموسہ۔مستفلہ۔منفتحہ۔قلقلہ، لہٰذا اگر مشتبہ الصوت ہونے کا مدار صرف مشارکت فی الصفات پر ہوتا باوجود چار صفات کے فرق ہوتے ہوئے، یہ دونوں مشتبہ الصوت نہ ہوئے، حالانکہ ان کو مشتبہ الصوت تسلیم کیا گیا ہے، لہٰذا اب نہایت روشن طور پر ثابت ہوگیا کہ مشتبہ الصوت ہونے کا مدار صرف مشارکت فی الصفات کو قرار دینا نہایت نادانی ہے، علاوہ بریں ان متجودین نے مشتبہ الصوت ہونے کا یہ مطلب کہاں سے تراشا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے ایسے ہم آواز ہوجائیں کہ جس میں سامع کو کوئی امتیاز ہی نہ ہوسکے، ملاحظہ ہو کہ یہی ت فوقانیہ اور ط مہملہ مشتبہ الصوت ہیں، باوجود یہ کہ ہر سامع ان کی ادائیگی کے وقت ان میں فرق بآسانی معلوم کرلیتا ہے، لہٰذا ض معجمہ کو ظ معجمہ پڑھنا اور گلوخلاصی کے لئے مشتبہ الصوت کو آڑ بنالینا متجودین کا قرآن کریم میں تحریف کرنا ہے، ورنہ ان متجودین کے اس قاعدہ کی بنا پر کیا، ہر مشتبہ الصوت کا یہی طریقہ تلاوت ہے؟ پھر لطف کی ایک یہ بات ہے کہ مشابہت جانبین سے مساوات چاہتی ہے، لہٰذا اس کی کیا وجہ ہے کہ ض معجمہ کہ ہم آواز ظ معجمہ کے کیا جاتا ہے اور ظ معجمہ کو ہم آواز ض معجمہ کے نہیں کیا جاتا، اس میں مرجح کون ہے؛ بلکہ چاہئے تو یہ تھا کہ ظ معجمہ کو ض کے ہم آواز کیا جاتا؛ کیوں کہ ض معجمہ میں ایک صفت استطالت ظ معجمہ سے زائد ہے، لہٰذا باوجود اس کے خلاف پر کون سی دلیل ترجیح قائم ہوگئی ہے۔اب باقی رہا یہ عذر کہ معجمہ کہ ض معجمہ کی ادائیگی میں نہایت دشواری اور اشکال ہے تو کیا یہ عذر تبدیل حروف کو جائز کردے گا، علاوہ بریں جس حرف کے ادا کرنے میں دشواری ہو تو کیا اس کے لئے یہی قاعدہ ہے کہ وہ اس طرح تبدیل حرف کرلیا کرے، لہٰذا پھر تو ہر شخص کا نیا ہی قرآن ہوجائے گا۔(**نعوذ باللّٰہ من ھذہ الخرافات**)

قسم سوم: زبان کے قصور کی وجہ سے مشتبہ الصوت ہونا، لہٰذا اس کی دوصورتیں ہیں:

(۱) عجز عذر، ان دونوں کی تعریف اور حکم مقدمہ چہار کی قسم سوم و چہارم میں مفصل گذر چکا، بالجملہ! خلاصہ جواب یہ ہے کہ ض معجمہ ان دونوں حروف ظ معجمہ اور دمہلمہ سے ایک بالکل علیٰحدہ اور ممتاز حرف ہے، لہٰذا ض معجمہ نہ ظ معجمہ پڑھا جائے گا، نہ دمہملہ اور دمہملہ مفخم نہیں ہوتی، اس کو مفخم لکھنا غلطی ہے۔(**واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب**)

(۴) سنت یہی ہے کہ رکوع میں "**سبحان ربی العظیم**"، ہی کہا جائے اور عظیم میں ظ کو مخرج سے ادا کیا

جائے بصورت عجز اگر زپڑھی؛ یعنی! عزیم تو اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کا کلمہ ہوا۔ عزیم کے معنی عدو شدید کے ہیں۔

(۵) ان مقامات میں الف کی زیادتی سے لانفی بن جائے گا اور اس میں بجائے اثبات کے نفی کے معنی پیدا ہوجائیں گے، تو اس میں معنی بہت زیادہ بگڑ جائیں گے، لہٰذا حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے قول کے مطابق فساد نماز کا حکم ہے اور بحالت عجز بھی اس میں حکم فساد ہی زیادہ احوط ہے کہ اس کے امتیاز میں زیادہ دشواری نہیں ہے۔

(۶) تعوذ کے آخر میں چونکہ شیطان کا نام ہے اور اس کے بعد اس کی صفت رجیم ہے، لہٰذا اس کا کسی اسماء الٰہی سے وصل مناسب نہیں ہے، اگرچہ وصل ووقف سے علماءِ کرام نے معنی کا تغیر تسلیم نہیں کیا ہے، ہاں! اگر معنی پر نظر رکھتے ہوئے اور اس اتصال کو اچھا سمجھتے ہوئے اس نے عمداً وصل کو اختیار کیا ہے تو ضرور گنہگار ہوگا، جیسا کہ شامی کی عبارت میں مصرح ہے: **والأولیٰ الأخذ بهٰذا في العمد.**(۱)

ہاں! **بسم اللّٰہ** شریف کو اسماءِ الٰہی سے وصل کرسکتے ہیں، **کما هو مصرح في کتب التجوید.**

(۷) جائز نہیں۔

کتبہٗ محمد اجمل بن الشاہ محمد اکمل سنبھلی

تصدیق از دیوبند:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم، أما بعد!

احقر نے رسالہ ہٰذا علاوہ مقدمات کے بتمامہا مطالعہ کیا، اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ اپنے موضوع میں بے نظیر رسالہ ہے، خصوصاً ضاد کی تحقیق بالکل افراط وتفریط سے پاک اور نہایت بہتر تحقیق ہے، البتہ مسائل مندرجہ (۴) و (۵) میں مؤلف علامہ نے متقدمین کی رائے کو اختیار فرما کر ان تمام صورتوں میں فساد صلوٰۃ کا حکم دیا ہے، جن میں تغیر فاحش معنی میں ہوجاتا ہے، اس بارے میں احقر کا خیال تبعـًا للأکابر یہ ہے کہ اپنے عمل میں متقدمین ہی کے قول کو اختیار کرنا چاہئے؛ لیکن فتویٰ میں متأخرین کے قول پر فتویٰ دینا بہتر معلوم ہوتا ہے؛ کیوں کہ اس میں وسعت ہے، جس کا لحاظ رکھنا بوقت عموم بلویٰ مفتی کے فرائض میں سے ہے، لہٰذا ان تمام مسائل میں احقر کے نزدیک اس شخص کی نماز فاسد نہ ہوئی، جس نے عمداً جان بوجھ کر غلطی نہ کی ہو؛ یعنی غیر عامد کی نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر عامد ایسا کرے گا تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی۔

لما في ردالمحتار: وفي التتارخانية عن الحاوي حکی عن الصفار: أنه کان یقول الخطاء إذا دخل في الحروف لایفسد؛ لأن فیه بلویٰ عامة الناس لأنهم لایقیمون الحروف إلا بمشقة، آه.

(۱) رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب مایفسد الصلاۃ وما یکره، مطلب مسائل زلة القاري: ۳۹۵/۲، انیس

و فیھا: إذا لم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج و لا قربہ إلا أن فیہ بلوی العامة کالذال مکان الضاد و الزاء المحض مکان الذال و الظاء مکان الضاد لا تفسد عند بعض المشایخ،الخ. (۱)
واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ أعلم

کتبہ احقر محمد شفیع غفرلہ۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مسمّٰی بہ امداد المفتین: ۲/۳۰۳-۳۰۷)

بعض لفظوں میں دو قرأت:

سوال: قرآن شریف میں بعض جگہ چھوٹے حروف لکھے ہوتے ہیں، مثلاً:
بَصْطَةً، هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ،اور عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ، ان میں سے کون سا حروف دو مرتبہ پڑھا جاوے۔ پنجاب میں دو مرتبہ پڑھتے ہیں، اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب

لفظ "بَصْطَةً" اور "هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ" اور "عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ" کے اوپر "س" لکھنے سے مقصود یہ ہے کہ یہ لفظ "س" سے پڑھا گیا ہے اور "صاد" سے بھی یعنی تلاوت کرنے والا خواہ "سین" پڑھے، خواہ "صاد" نماز صحیح ہے اور یہ مطلب نہیں ہے کہ ایسے کلمات کو دو دفعہ پڑھے؛ بلکہ جس قاری کا اتباع کرے، اسی کے موافق پڑھے۔
قولہ: "اَلْمُصَيْطِرُوْنَ" وفی قراءة لابن کثیر بالسین بدل الصاد المتسلّطون الجبارون،الخ.(کمالین)(۲)
"لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ" وفی قراءة بالسین بدل الصاد أی بمسلّط. (۳)
وفی القاموس: البصط البسط فی جمیع معانیہ. (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۲۳۳-۲۳۴)

(۱) رد المحتار، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة ومایکرہ فیھا، مطلب إذا قرأ قولہ" تعالیٰ جدک" بدون ألف لا تفسد: ۲/ ۳۹٦-۳۹۷، انیس

(۲) تفسیر ابن کثیر، تفسیر سورة الطور: ۷/٤۳۷، ت: سامی بن محمد سلامة، دار طیبة للنشر والتوزیع
قرأ ابن کثیر و ابن عامر و الکسائی فی إحدی الروایتین المسیطرون بالسین و الباقون بالصاد وقرأ حمزة: المزیطرون بإشمام الزاء. (بحر العلوم للسمرقندی، من تفسیر سورة الطور: ۳/۳۵۵، انیس)

(۳) جلالین، أصح المطابع سورة الغاشیة: ٤۹۸، ظفیر

(۴) القاموس المحیط، حرف الباء: ۱/٦۵۹، مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزیع بیروت
قرأ ابن کثیر وأبو عمرو: بسطة بالسین وقرأ حمزة: بإشمام الزای. (بحر العلوم للسمرقندی، تفسیر سورة الأعراف: ۱/۵۲٦)

قرأ نافع: بصطة بالصاد، وقرأ أبو عمرو و ابن کثیر بسطة بالسین. (تفسیر ابن عطیة، من تفسیر سورة البقرة: ۱/۳۳۲، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس)

تحقیق اثبات واسقاط الف تثنیہ در ”ذَاقَا“، ”وَقَالاَ الْحَمْدُ“ وغیرہ:

سوال: الف تثنیہ کا جیسے الف ذَاقَا الشَّجَرَةَ، (اور) وَقَالاَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کا، اور واوٴ جمع کا، جیسے وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَافْعَلُوا الْخَیْرَ کے درج کلام میں ساقط ہوتا ہے، یا نہیں؟ اور اس کو پڑھنا چاہئے، یا نہیں؟

الجواب

اس باب میں کوئی معتبر سند میری نظر سے نہیں گزری، (۱) البتہ حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب نے اپنے بعض رسائل میں موقع التباس میں الف تثنیہ کے کسی قدر اظہار کو لکھا ہے، مگر واوٴ جمع میں نہیں لکھا، مگر چونکہ اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کی، لہٰذا میرا معمول نہیں، (۲) اور التباس تو بعض جگہ واوٴ جمع میں بھی ہے، جیسے! ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ﴾ حالانکہ وہاں کوئی قائل نہیں اور رفع التباس کے لئے قرینہ سیاقیہ کافی ہے۔ واللہ اعلم

۲۵/رجب ۱۳۲۱ھ۔ (امداد: ۱/۱۱۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۲۹۸) ☆

(۱) خلاصۃ البیان، ص: ۲۴ میں ہے:

وأما إشباع الحركة بعد حذف المدة فی نحو: وَاسْتَبَقَا الْبَابَ، وَقَالاَ الْحَمْدُ، فليس بثابت عندنا مع مخالفة العربية، وأحد أركان القرآن موافقة العربية، آه.

یعنی اسْتَبَقَا الْبَابَ اور قَالاَ الْحَمْدُ میں حرف مدہ (الف) حذف کرنے کے بعد الف سے پہلے حرف کے زبر کو تھوڑا سا بڑھا کر پڑھنا ہمارے نزدیک ثابت نہیں ہے، نیز ایسا کرنا قوانین عربیہ کے بھی خلاف ہے اور قوانین عربیت کی موافقت ہی پر قرآن کی بنیاد ہے، اھ۔

مزید تفصیل کے لئے! ”رسالہ تعلیم القرآن: ۳۳“ مصنفہ قاری محمد اکرم الٰہی علی گڈھی ملاحظہ فرمایا جائے۔ سعید احمد

(كل ألف حذفت فی الوصل لالتقاء الساكنين هی ثابتة رسماً ووقفاً نحو: ... ﴿وَاسْتَبَقَا الْبَابَ﴾ (يوسف: ۲۵)، ﴿وَقَالاَ الْحَمْدُ﴾ (النمل: ۱۵) وكل منقلبة عن ياء حذفت فی الوصل لالتقاء الساكنين هی ثابتة فی الوقف والرسم، الخ. (معجم علوم القرآن، حذف الألف وثبوتها وقفاً: ۱/۳۳۲، دار القلم دمشق، انیس)

(۲) قوله تعالىٰ: ﴿وَهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتَابَ﴾ فی موضع نصب على الحال، والعامل فيها قالت: وأصل يَتْلُوْنَ يَتْلُوُوْنَ، فسكنت الواو ثم حذفت لالتقاء الساكنين. (التبيان فی إعراب القرآن: ۱/۱۰۶، عيسىٰ ألبانی الحلبی وشركاء)

فإذا جاء ت واو الجمع حذفت لالتقاء الساكنين وبقيت الفتحة تدل عليها. (التبيان: ۱/۲۶۸، انیس)

☆ الف تثنیہ کا حکم:

سوال: پارہ انیس میں جو رکوع ہے: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا وَقَالاَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ﴾.

عرض یہ ہے کہ لفظ ﴿قَالاَ الْحَمْدُ﴾ میں الف کھینچا جاوے گا یا نہیں، ”قالال“ ہے یا ”قَالل“ ہے، اگر ”قَالل“ ہے، تو صیغہ تثنیہ کا نہ رہے گا اور اگر ”قالال“ ہے، تو اجتماع ساکنین ہوگیا، یہاں حافظوں سے معلوم کیا تو اختلاف ہے، کوئی ”قالال“ کہتا ہے اور اکثر ”قالل“ کہتے ہیں، تو حضور اس کی تصحیح فرمادیں؟ ==

تحقیق اخفاء:

سوال: کیا یہ صحیح ہے کہ اخفا میں نون ساکن یا تنوین کو اس طرح ادا کرے کہ کچھ نون ساکن یا تنوین نکلے اور کچھ وہ حرف نکلے، جونون ساکن یا تنوین کے بعد ہے، مثلا: رنگوں اور رنگت وغیرہ۔

الجواب

صحیح ہے؛(۱) کیونکہ حقیقت اخفاء کی بین الاظہار والادغام ہے،(۲) اور اظہار میں نون خالص ہوتا ہے اور ادغام میں بالکل نہیں رہتا؛ گو غنہ ہو، سو یہ بین بین ہوگا۔ فقط

۲۵/رجب ۱۳۲۱ھ۔ (امداد:۱/۱۱۲)(امدادالفتاویٰ جدید:۱/۲۹۹)

إِذْ ظَّلَمُوْا میں ظا کے ادغام کی تحقیق:

سوال: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْا، میں کیا ادغام ذال کا ظاء سے ہوگا، بعض قرآن میں ظا پر تشدید ہے؟

الجواب

میں الف نہیں پڑھتا ہوں اور نہ آج تک الف پڑھنے کی کوئی دلیل ملی اور یہ شبہ عجیب ہے کہ تثنیہ نہ رہے گا کیا تثنیہ کا الف کسی عارض سے لفظا ساقط نہیں ہوسکتا اور نہ لازم آتا ہے کہ سورۂ بنی اسرائیل کے آخر میں قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ میں بھی واؤ ظاہر کر کے پڑھا کریں, ورنہ جمع نہ رہے گا، حالانکہ وہاں ’و‘ پڑھنے کا کوئی بھی قائل نہیں، اگر کسی کو شبہ التباس کا ہوتو خصوصیت مقام اس کا دافع ہے، ورنہ ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ﴾ میں بھی التباس بمفرد کا اعتبار کرنا چاہئے، اگر سماع عن القراء سے استدلال کیا جاوے، تو اس کے خلاف بھی مسموع عن القراء ہے۔

۲۴/جمادی الاخریٰ ۱۳۲۲ھ. (امداد:۱/۱۳۸)(امدادالفتاویٰ جدید:۱/۲۹۸-۲۹۹)

(۱) اخفاء کے طریق ادا سے متعلق مفصل بحث آئندہ صفحات میں ”رسالة التدقيق الجلی“ میں آرہی ہے۔

(۲) الإخفاء حالة بين الإظهار والإدغام وهو عار من التشديد. أخبر أن النون الساكنة والتنوين يخفيان مع بقاء غنتها عند باقی حروف المعجم غير الثلاثة عشر المتقدمة وهی ستة الإدغام وستة الإظهار وواحد للقلب فالذی بقی من حروف المعجم خمسة عشر حرفاً جمعتها فی أوائل كلمات هذاالبيت فقلت:

تلائم جادر ذكا زاد سل شذا صفا ضاع طاب ظل فی قرب كملا

وهی التاء والثاء والجيم والدال والذال والزای والسين والشين والصاد والضاد والطاء والظاء والفاء والقاف والكاف وهذه حروف الإخفاء لا خلاف بين القراء فی إخفاء النون الساكنة والتنوين عند هذه الحروف وسواء اتصلت النون بهن فی كلمة أو انفصلت عنهن فی كلمة أخرىٰ فالإخفاء عندالتاء نحو من تحتها وينتهون وجنات تجری،الخ. (سراج القاری المبتدی وتذكار المقری المنتهی،باب الفتح والإمالة وبين اللفظين: ۱/۱۰۲، مصطفى ألبانی الحلبی مصر،انیس)

الجواب

إِذْ ظَّلَمُوْا میں بالاتفاق ادغام ہے، کما فی غیث النفع :المدغم ﴿إِذْ ظَّلَمُوْا﴾ للجميع. (۱) اور چونکہ پہلا حرف ساکن ہے، یہ اصطلاح میں ادغام صغیر کہلاتا ہے، یہ بھی غیث النفع کے مقدمہ میں ہے اور عبارت سابقہ کے بعد جو کچھ لکھا ہے، جو رمز ہے ادغام کبیر کا، یعنی جہاں حرف اول متحرک ہو، یہ مابعد کے مواقع کے لئے ہے، یہ تعریف اور اصطلاح بھی مقدمہ میں ہے۔

(النورص ۸، محرم ۱۳۵۸ھ) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲۹۹/۱)

سورۂ روم میں واقع لفظ ضعف پر ضمہ اور فتحہ کی تحقیق:

(از مولانا قاری عبدالسلام صاحب پانی پتی عباسی)

سوال: اما بعد، سورۃ الروم کے اخیر کے رکوع میں من ضعف کے ضاد کو ضمہ حفص کی روایت میں لکھا ہے، امام عاصم اس ضاد کو فتح پڑھتے ہیں، جبکہ حفص ان کے راوی ضمہ پڑھیں گے تو ہر دو روایت کا خلط ملط ہو جاوے گا اور خلط ملط ایک روایت کا دوسری روایت میں ناجائز ہے، اگر ناجائز نہیں ہے تو مطلع فرماویں؟

الجواب

امام حفص کی روایت اپنے استاد امام عاصم سے فتح ہے اور دوسری روایت امام عاصم کے علاوہ سے ضمہ ہے تو گویا حفص سے ہر دو روایت ہے اور یہ پڑھنا درست ہے، اس سے خلط روایت نہیں ہوتا۔ (۲)

(۱) غيث النفع في القراءات السبع، المدغم: ۱۷۳/۱، دار الكتب العلمية بيروت

واتفق القراء على إدغام ذال "إذ" في الظاء في قوله تعالىٰ: "ظلموا". (المكرر في ماتواتر من القراءات السبع وتحرر، فرش حروف سورة النساء: ۹۲/۱، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

(۲) فائدہ متعلقہ بجواب ہذا: سورۂ روم میں جو تین جگہ لفظ "ضعف" واقع ہے، اس کے ضاد کا حفص نے ضمہ اختیار کیا ہے، حالانکہ عاصم کی قراءت فتح ہے، اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ جب دونوں قراءت متواتر ہیں، تو ایک کو ترجیح کی کیا وجہ ہے۔

سو اس کا جواب یہ ہے کہ ضمہ کو لغتِ قریش ہونے کی وجہ سے ترجیح ہو سکتی ہے۔

کتبہ احقر عبدالکریم عفی عنہ۔ ۲۳ رشعبان ۱۳۴۴ھ

وفي المصباح: الضعف بفتح الضاد في لغة تميم وبضمها في لغة قريش خلاف القوة والصحة. (الجمل، سورة الروم) (والضم لغة قريش وهو مصدر ضَعُفَ مثل قَرُبَ قرباً والفتح لغة تميم، وهو مصدر ضعف ضعفاً، قال الزجاج: والمعنى في القراءتين واحد، يقال: وهو الضَعْفُ والضُعْفُ والمَكْثُ والمُكْثُ والفَقْر والفُقْر. (القراءات روايتا ورش وحفص دراسة تحليلية، سورة التوبة: ۳۱٤/۱) /(قرأ شعبة وحمزة وحفص بخلف عنه ضعف بفتح الضاد في المواضع الثلاثة وهي لغة تميم، قرأ الباقون بضم الضاد وهو الوجه الثاني لحفص والضم لغة قريش. (القراءات وأثرها في علوم العربية: ۲۰٦، مكتبة الكليات الأزهرية القاهرة، انيس)

فإن قلت: هل يقرأ الحفص بهذا الاختيار لأنه وإن لم يروه عن عاصم فقد رواه عن غيره وثبت قرأته به أو لا يقرأ به لأنه خالف شيخه وخرج عن طريقه وروايته؟

قلت: المشهور المعروف جواز القراءة به بذلك قال الداني واختياري في رواية حفص منه طريق عمرو عبيد الآخذ بالوجهين بالفتح والضم فأتابع بذلك عاصمًا علىٰ قرأته وأوافق به حفصًا على الاختيار وقال المحقق: وبالوجهين قراءة له، وبهما آخذ. (غيث النفع، سورة الروم)

(محمد عبد السلام عباسی)

تتمۃ: ۵/۳۶۷۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۳۲۶ و ۳۲۷)

فَكَانَتْ سَرَابًا میں ادغام کی تحقیق:

سوال: فَكَانَتْ سَرَابًا. اس آیت شریفہ کی قرأت کس طرح پر ہے؛ یعنی فَكَانَتْ کی تؔ ساکن رہتی ہے، یا نہیں؟ یا سین مشدد ہوتی ہے اور تؔ موقوف ہوجاتی ہے؟

الجواب

ابوعمرو حمزہ وکسائی کے نزدیک تؔ کانت سؔ سرابا میں مدغم کرکے پڑھی جاتی ہے اور باقی ائمہ کے نزدیک جن میں امام عاصم بھی ہیں؛ جن کی قرأت ہندوستان میں پڑھی جاتی ہے، بلا ادغام پڑھی جاتی ہے، **كذا في المكررة.**(۱)

۲۴/ربیع الاول ۱۳۳۰ھ۔ (تتمہ اولیٰ، ص: ۴۶) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۳۱۳)

قرآن میں لفظ ''ابراھیم'' میں (یا) نہ لکھنے کی وجہ:

سوال: قرآن شریف فرقان حمید میں سورۂ بقرہ میں جتنی جگہ لفظ ابراہیم آیا ہے، اس میں (ی) نہیں لکھا ہوا ہے، صرف کھڑا زیر (ابراہم) دیا ہوا ہے اور علاوہ سورۂ بقرہ کے اور جس قدر تمام قرآن میں لفظ ابراہیم آیا ہے، اس میں (ی) لکھا ہوا ہے، عجب مخمصے میں ہوں، آیا معنی میں کچھ تفاوت ہے، یا قرأت کا باعث ہے؟ امید کہ اس خادم الناس کو جواب سے سرفراز فرما کر ان کے بھید سے آگاہ فرمایئے؟

---

(۱) قرأ أبو عمرو وحمزة والكسائي بإدغام تاء التأنيث في السين والباقون بالإظهار. (المكرر في ماتواتر من القراءات السبع وتحرر، رفش حروف سورة النساء: ۱/۴۸)

قوله تعالىٰ: انبتت سبع سنابل، قرأ نافع وابن كثير وابن عامر وعاصم بإظهار تاء التأنيث عند السين والباقون بالإدغام. (المكرر: ۱/۶۱. دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

الجواب

مخمصہ کی کوئی بات نہیں، بعض مواقع میں ہشام کی قرأت ابراہام ہے،(۱) سو بعض جگہ اس کی رعایت سے (ی) نہیں لکھی کہ دونوں قرأت کی رعایت ہو جائے، رہا یہ کہ سب مواقع میں یہ رعایت کیوں نہیں؟ سو نکتہ کا اطراد ضروری نہیں۔ فقط

۱۹؍رمضان ۱۳۲۷ھ۔ (تتمہ اولیٰ: ص۴۴) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۳۱۱) ☆

☆☆☆

☆ سوال:

بندہ کو اکثر کلام مجید کی تلاوت کرتے خیال ہوا اور ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم مبارک تمام کلام مجید میں ۷۷ا جگہ پر آیا ہے، من جملہ ۷۷ا کے ۷ مقام پر زیر کے ساتھ مرقوم ہے اور ۱۷۰ جگہ یا کے ساتھ ابتدا میں خیال ہوا کہ کاتب نے اسی طرح لکھا، دس پانچ کلام مجید اور بھی دیکھے سب میں اسی طرح پایا، اب حیران ہوں کہ ضرور اس کی وجہ خاص ہوگی؟

الجواب

رسم خط سلف سے یوں ہی چلی آتی ہے، جہاں (یا) نہیں ہے، بعض کی قرأت ابراہام ہے، عجب نہیں کہ اس کی رعایت سے ابراہم لکھا ہو؛ تاکہ دونوں طرح پڑھ سکیں؛ ابراہیم اور ابراہم۔ واللہ اعلم

۱۱؍جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ۔ (تتمہ ثانیہ، ص: ۲۷) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۳۱۱-۳۱۲)

(۱) قرأ ابن عامر إلا النقاش "إبراهام" بألف بدل الياء في ثلاثة وثلاثين موضعاً، الخ. (الكنز في القراء ات العشر، سورة البقرة: ، مكتبة الثقافة الدينية القاهرة)

... أخبر أن المشار إليه باللام في قوله لاح وهو هشام قرأ إبراهام بالألف على مالفظ به في ثلاثة وثلاثين موضعاً منها جميع مافي البقرة، الخ. (سراجي القاري المبتدي، سورة البقرة: ۱/۱۵٦، مطبع الحلبي)

ومن قرأ إبراهام فهي لغة عبرانية تركت على حالها ولم تعرب. (معاني القراء ات للأزهري: ۱/۱۷٦، مركز البحوث في كلية الآداب جامعة الملك سعود، انيس)